ایونجلیکل مدرسہ الہیات" کے درمیان اشتراکِ کار موجود ہے۔ شہادہ نے اس ادارے کے جریدے میں ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "کیا مسلمانوں اور مسیحیوں کا خدا ایک ہے؟"

عماد شہادہ کا قائم کردہ مدرسہ الہیات کرائے کی عمارت میں کام کر رہا ہے، اور اسے تقریباً ۲ء۵ ملین ڈالر کی رقم درکار ہے تاکہ زمین خریدی جا سکے، اور عمارت تعمیر کی جا سکے۔ فروری ۱۹۹۸ء میں انڈیاناپولس میں قائم "اوورسیز کونسل" نے ۹۰ ہزار ڈالر کا عطیہ دیا تھا۔ "اوورسیز کونسل" کے سربراہ کا کہنا ہے کہ "جب روس میں مسیحیت کی اشاعت ممکن ہوئی تو ہم تیار تھے، ہم مشرقِ وسطیٰ کے بارے میں بھی اسی رویے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔"

فلسطین: مسیحیوں کے خلاف امتیازی سلوک کا پروپیگنڈا

["اوسلو معاہدات" سے مسلمانانِ فلسطین کے مسائل تو کیا حل ہوتے، نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور معاہدات کے ضامن اسرائیل کی ضدی اور "سخت" قیادت سے طے شدہ امور پر بھی عمل درآمد کرانے میں ناکام ہیں۔ آئے روز فلسطینی مسلمانوں کو اُن کی زمینوں اور گھروں سے بے دخل کیا جاتا ہے، اُن پر معاشی پابندیاں لگائی جاتی ہیں اور احتجاج کرنے والے نہتے فلسطینی بچوں اور خواتین پر مظالم توڑے جاتے ہیں۔ گزشتہ برسوں میں ایک خوش آئند بات یہ سامنے آئی ہے کہ فلسطینی مسیحیوں نے بحیثیت مجموعی اپنے مسلمان ہم وطنوں کا ساتھ دیا ہے۔ اِس مسلم - مسیحی اتحاد کو کمزور کرنے اور فلسطینی آبادی کے درمیان اختلاف کے بیج بونے کے لیے اسرائیلی اور دُنیا کی یہود نواز تنظیموں نے گزشتہ کئی ماہ سے یہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ "فلسطینی قومی اتھارٹی" کے زیر انتظام علاقوں میں آباد مسیحی خوش نہیں، اور اُنہیں مذہبی اختلاف کی وجہ سے مصائب کا سامنا ہے۔

اس صورتِ حال پر "کرسچنٹی ٹوڈے" نے ۱۳ جولائی ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں پیری سٹون کی حسبِ ذیل رپورٹ شائع کی ہے۔ مدیر]

اسرائیلی حکومت اور ذرائع ابلاغ کی حالیہ رپورٹوں کے مطابق "فلسطینی قومی اتھارٹی" اور مسلم انتہا پسند اپنے زیرِ انتظام علاقے میں عرب مسیحیوں کو تنگ کر رہے ہیں اور اُن کے خلاف امتیازی سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ اس پس منظر میں مسیحی رہنماؤں کے ایک گروپ نے مغربی کنارے اور غزہ کے علاقے میں مذہبی ایذا رسانی کے حوالے سے تفتیش کی ہے۔ یہ رہنما اپنی تفتیش کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسرائیلی ذرائع ابلاغ کے الزامات جھوٹ پر مبنی ہیں۔ ان الزامات کا مقصد یہ

ہے کہ "فلسطینی قومی اتھارٹی" کے زیر انتظام علاقے کے مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان اختلافات کے بیج بوئے جائیں۔

اسرائیل کی وزارت مذہبی امور کے "شعبہ برائے مسیحی برادری" کے ڈائریکٹر یوری مور بضد ہیں کہ مسلمان مسیحیوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ اُن کے الفاظ میں "یہ ایک حقیقت ہے۔" اسرائیلی ٹیلی وژن نے ایذا رسانی کی اپنی رپورٹوں کی تائید اور ثبوت میں گزشتہ مئی میں ایک خصوصی فلم بھی دکھائی تھی۔

دو مسیحی - صیہونی تنظیموں نے یوری مور کی تائید کی ہے۔ "روابط برائے امن" (Bridges for Peace) کے سربراہ کلیرنس ویگ نر نے کہا ہے کہ "فلسطینی قومی اتھارٹی" بڑھتی ہوئی ایذا رسانی کی ذمہ دار ہے اور وہ لوگ اس ایذا رسانی کا ہدف ہیں جو اسلام سے حلقہ مسیحیت میں داخل ہوئے ہیں۔ "انٹر نیشنل کرسچن ایمبیسی" کے مجلّہ "مڈل ایسٹ ڈائجسٹ" نے حال ہی میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں اسلام سے حلقہ مسیحیت میں داخل ہونے والے افراد کا ذکر ہے جنہیں اپنے عقیدے کے باعث مصیبتوں کا سامنا ہے اور "فلسطینی اتھارٹی" کے زیر انتظام اپنے گھروں میں جانے سے خوف زدہ ہیں۔ مضمون میں جناب یاسر عرفات کے مشیرِ قانون زید ابو زید کی طرف یہ الفاظ منسوب کیے گئے ہیں کہ جو مسلمان اپنا مذہب تبدیل کرتے ہیں اور دوبارہ حلقہ اسلام میں آنے سے انکار کرتے ہیں، مذہبی اقدار کی مخالفت کے باعث اُن کی جان خطرے میں ہے۔ "انٹر نیشنل کرسچن ایمبیسی" کے نمائندے کہتے ہیں کہ فلسطینی اتھارٹی نے مسلم حکومت کی حیثیت سے مسیحیت اختیار کرنے والوں کو جان سے مار دینے کا حکم دیا ہے، لیکن اس طرح کسی کی جان لینے کے کسی واقعہ کی کوئی خبر نہیں۔

مئی ۱۹۹۸ء میں برادر اینڈریو کی تنظیم "درہائے کشادہ" (Open Doors) اور "ایونجلیکل برائے تفہیم مشرقِ وسطیٰ" (Evanglicals for Midlle East Understanding) سے وابستہ امریکیوں کی ایک جماعت نے الزامات کی تحقیق کے لیے غزہ، مغربی کنارے اور اسرائیل کا دورہ کیا۔ پندرہ سے زائد فلسطینی مسیحی رہنماؤں سے ملاقات کے بعد اس امریکی ٹیم کو کوئی ایسی شہادت نہیں ملی جس سے باضابطہ ایذا رسانی کے الزامات کی تائید ہو سکتی۔ "ایونجلیکل برائے تفہیم مشرقِ وسطیٰ" کے ڈونلڈ ویگ نر نے کہا ہے: "اگر مسیحی اپنے عقیدے کے سبب مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں تو ہم اس کا ثبوت فراہم کرنا چاہتے تھے اور ایذا رسانی کو رکوانے کے لیے جو کچھ ہم کر سکتے ہیں، کرتے، مگر اس کی جگہ ہم نے گلیلی سے غزہ تک مسیحیوں اور مسلمانوں دونوں میں ہم آہنگی کی شدید خواہش دیکھی۔ بعض ذاتی حادثات سامنے آئے ہیں، مگر

ان کا باہم ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں، اسی طرح کسی مسیحی مخالف رجحان کی کوئی علامت نہیں۔"

مسیحی آبادی کے ایک گاؤں، فصولہ، کے میئر نے بتایا کہ "کوئی اذیت وغیرہ نہیں، البتہ مسیحیوں، مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان واقعتاً تناؤ ہے۔" فلسطین میں انسانی حقوق اور قانون کی صورت حال پر نگاہ رکھنے والی تنظیم "فلسطینی انجمن برائے انسانی حقوق وماحول" نے جو رپورٹیں ان دنوں تقسیم کی ہیں، ان میں بھی یہی نتائج پیش کیے گئے ہیں۔

بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرنے والے ایک وکیل جوناتھن قطب نے "دریائے کشادہ" اور "ایونجلیکل برائے تفہیم مشرقِ وسطیٰ" کی ٹیم کو بتایا کہ مشرقِ وسطیٰ میں مذہب کا ایک رنگ قبائلی اور گروہی بھی ہے۔ قانوناً لوگ اپنے والدین کے مذہب پر پیدا ہوتے ہیں۔ تبدیلی مذہب اور اس کے لیے کوششوں کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

"مغربی کنارے" کے گاؤں بئر زیت کے "لاطینی کیتھولک" پادری اسمٰعیل سلیطہ نے صورت حال کی وضاحت یوں کی کہ خاندان کا کوئی فرد جب مذہب بدل لیتا ہے تو پورا خاندان اسے اپنی بے عزتی سمجھتا ہے۔ اُس کے الفاظ میں "یہ خاندان کی عزت کا معاملہ ہے۔" جو مسیحی اسلام قبول کرتے ہیں، اِس بات کا امکان ہوتا ہے کہ اُنہیں اپنے مسیحی خاندان تنگ کریں اور ڈرائیں دھمکائیں۔ سلیطہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن کی رُو سے حلقہ اسلام سے نکل کر دوسرے مذہب میں جانے کی سزا موت ہے،[؟] لیکن ایسا ہو نہیں رہا۔ "اس ملک میں کوئی منظم مذہبی ایذارسانی نہیں۔ میں تو حیران رہ گیا جب میں نے فلسطینی اتھارٹی کے بارے میں مبینہ ایذارسانی کے بارے میں سُنا۔ ایذارسانی کی یہ خبریں درست نہیں۔"

لاء (Law) نام کی ایک تنظیم جو بالعموم "فلسطینی اتھارٹی" پر تنقید کرتی رہتی ہے، کسی منظم ایذارسانی، بلکہ فلسطینی اتھارٹی کی جانب سے مسیحی آبادی کے خلاف عمومی عداوت کی کوئی شہادت بھی فراہم نہیں کر سکی۔ اس تنظیم کو ایک الگ تھلگ سا، پریشان حال گروہ ملا ہے، جن کی برادریوں میں پہلے سے مسائل موجود تھے، مگر اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ امن وامان قائم کرنے والے مقامی اداروں سے اُن کے اختلافات محض اُن کے مذہب کی وجہ سے ہیں، یا وہ اپنے عقائد کی وجہ سے بحیثیت مجموعی ایذاء کا شکار ہوئے ہیں۔"

"فلسطینی انجمن برائے انسانی حقوق" کے ڈائریکٹر کہتے ہیں کہ وہ بھی اپنی تحقیقات کے بعد اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔ مسیحی غیر مذہبی اسباب کے تحت پریشانیوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ "فلسطینی

اتھارٹی" نے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے، مگر Law (لاء) ایسی کوئی شہادت فراہم نہیں کر سکی کہ مسیحی یا نو مسیحی اپنے مذہب کی بنیاد پر پریشانیوں کا شکار ہوئے ہوں۔

لاء کی رپورٹ اِس نتیجے پر ختم ہوتی ہے :"ایذاء رسانی کے دعوے جن کا ذکر انسانی حقوق کی اصطلاحات میں کیا جاتا ہے، اسرائیل اور بیرون اسرائیل عام ہیں، مگر اِن کی تائید میں کوئی شہادت موجود نہیں۔"

ڈرانے دھمکانے کے واقعی مقدمات سے قطع نظر فلسطینی مسیحی مسلم۔ مسیحی تعاون کی مثالوں پر عمل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ملکی کیتھولک پادری الیاس شکور کہتے ہیں کہ گلیلی میں اُن کے مدرسے میں تقریباً تین ہزار مسلمان، مسیحی اور یہودی یکجا پڑھتے ہیں، یہ اِس بات کا اظہار ہے کہ پرامن تعاون واقعی ایک حقیقت بن سکتا ہے۔

غزہ میں ایک پادری نے بتایا کہ مسیحی اور مسلمان فلسطینی "اِس سرزمین میں اپنی بقاء" کی جدوجہد میں اکٹھے ہیں۔ غزہ کے ایک علاقے میں آرتھوڈکس چرچ اور مسجد کی دیوار سانجھی ہے۔ غزہ کے بپٹسٹ پادری ماہر عیاض نے مسلمانوں اور مسیحیوں کے بارے میں کہا :"ہم بھائیوں کی مانند ہیں۔ ہم ایک ہی جگہ رہتے ہیں۔" ایک فلسطینی مسیحی خاتون نے کہا کہ "ہم ایک قوم ہیں، ہم ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہیں، غموں میں شریک ہیں۔"

مغربی کنارے کے متعدد مسیحی زور دے کر کہتے ہیں کہ اُنہیں اس وقت سب سے زیادہ تشویش اولاً اِس بات پر ہے کہ اسرائیل کے ساتھ امن مذاکرات میں پیش رفت نہیں ہو رہی، ثانیاً بہتر ملازمت، تعلیم اور علاج معالجے کی سہولتوں تک پورے طور پر رسائی نہ ہونے سے آئے روز مشکلات کا سامنا ہے۔

ایشیا

افغانستان : مسیحی تبشیری سرگرمیاں۔ تاریخی تناظر میں

"عالم اسلام اور عیسائیت" کے گزشتہ شمارے میں پاکستان میں مقیم افغان مہاجرین میں شاعت و ترویج مسیحیت پر ایک رپورٹ شائع کی گئی تھی۔ ذیل میں مسیحی اشاعتی ادارے "مُوڈی پریس۔ شگاگو" کی کتاب The Church in Asia (ایشیا میں چرچ) میں افغانستان